## فہم القرآن

# ترجمۂ قرآن مجید

## مع صرفی و نحوی تشریح

از: لطف الرحمٰن خان
نظر ثانی: حافظ نذیر احمد ہاشمی

## سورۃ البقرۃ (مسلسل)

### آیت ۱۲۱

﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾﴾

**ترکیب**: "اٰتَیْنَا" کا فاعل "نَا" ضمیر بارز مرفوع متصل ہے نہ کہ "نَحْنُ" جو ضمیر مرفوع منفصل ہے۔ اس کا مفعولِ اوّل "ھُمْ" کی ضمیر ہے جو "اَلَّذِیْنَ" کے لئے ہے اور اس کا مفعول ثانی "اَلْکِتٰبَ" ہے۔ یہ پورا جملہ "اَلَّذِیْنَ" کا صلہ ہے۔ اور یہ صلہ اور موصول مل کر مبتدأ ہے۔ "یَتْلُوْنَ" کا فاعل واوٗ ضمیر مرفوع بارز متصل ہے جو "اَلَّذِیْنَ" کے لئے ہے' اس کا مفعول "ہٗ" کی ضمیر ہے جو "اَلْکِتٰبَ" کے لئے ہے' جبکہ مرکب اضافی "حَقَّ تِلَاوَتِهٖ" صفت ہے اور موصوف "تِلَاوَۃً" محذوف ہے۔ تقدیرِ عبارت یوں ہے تِلَاوَۃً حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اور پھر یہ مفعول مطلق ہے۔ "یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ" یہ جملہ فعلیہ ہو کر خبر اوّل "اُولٰٓئِكَ" مبتدأ ہے اور جملہ فعلیہ "یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ" اس کی خبر ہے۔ پھر یہ مبتدأ و خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر دوسری خبر ہے۔ اور یہ ترتیب محی الدین درویش نے اپنی کتاب اعراب القرآن میں کی ہے۔ جبکہ عکبری نے املاء ما منّ به الرحمان میں لکھا ہے کہ "بِهٖ" میں "ہٖ" کی ضمیر "اَلْکِتٰبَ" کے لئے ہے۔ "مَنْ" شرطیہ ہے اس لئے "یَكْفُرْ بِهٖ" مضارع مجزوم ہے اور یہ شرط ہے۔ جبکہ

''فَاُولٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ'' جواب شرط ہے۔ ''یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ'' کا جملہ ''هُمْ'' ضمیر یا ''الْكِتٰبَ'' سے حال ہونے کی بنا پر مقامِ نصب میں ہے ''اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ'' کی خبر نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا کی ہے وہ سب کے سب اس کی ایسی تلاوت کرتے ہیں جس طرح اس کی تلاوت کا حق ہے اور ظاہر ہے کہ اہل کتاب کے سارے کے سارے افراد ایسے نہیں ہیں۔

حق کے اصلی معنی مطابقت اور موافقت کے ہیں اور اس کا استعمال چار طرح ہوتا ہے:

(۱) اُس ذات کے لئے جو اپنی حکمت کے اقتضاء کی بناء پر کسی شے کی ایجاد فرمائے۔ اللہ عزوجل کو اسی لئے حق کہا جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَرُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ﴾ (یونس:۳۰) ﴿فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ﴾ (یونس:۳۲)

(۲) وہ چیز کہ جو حکمت کے اقتضاء کے مطابق ایجاد کی گئی ہو۔ اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کل فعل حق ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ۭ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ﴾ (یونس:۵)

(۳) کسی شے کے متعلق وہ اعتقاد رکھنا جو نفس الامر کے مطابق ہو۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ﴾ (البقرۃ:۲۱۳)

(۴) وہ قول یا فعل جو اسی طرح واقع ہو جس طرح پر کہ اس کا ہونا ضروری ہے اور اسی مقدار اور اسی وقت میں ہو کہ جس مقدار اور جس وقت میں اس کا ہونا واجب ہے۔ چنانچہ قولِ حق اور فعلِ حق اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ﴾ (السجدۃ:۱۳)

آیت زیر بحث میں ''حق'' کا مؤخر الذکر مفہوم مراد ہے۔

ترجمہ

| | |
|---|---|
| اَلَّذِیْنَ : وہ لوگ | اٰتَیْنٰهُمُ : ہم نے دی جن کو |
| الْكِتٰبَ : کتاب | یَتْلُوْنَهٗ : وہ لوگ تلاوت کرتے ہیں اس کی |
| حَقَّ تِلَاوَتِهٖ : جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے | اُولٰئِكَ : وہ لوگ |

يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ : ایمان لاتے ہیں اس پر — وَمَنْ : اور جو
يَّكْفُرْ بِهٖ : انکار کرتا ہے اس کا — فَاُولٰٓئِكَ : تو وہ لوگ
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ : ہی خسارہ پانے والے ہیں

نوٹ (۱) اس آیت کے الفاظ عمومیت کے حامل ہیں۔ اس لئے شریعت موسویٰ میں تورات‘ شریعت عیسویٰ میں انجیل اور شریعت محمدیؐ میں قرآن مجید پر ''الْكِتٰبَ'' کا اطلاق ہوگا۔

نوٹ (۲) لفظ تلاوت کا مطلب ہے کتاب پڑھ کر اس کی پیروی کرنا۔ اس لئے ''حَقَّ تِلَاوَتِهٖ'' کا تعلق شریعت پر عمل کرنے سے ہے۔ اسی طرح ''يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ'' اور ''يَّكْفُرْ بِهٖ'' ایمانِ عملی اور انکارِ عملی کے لئے آیا ہے۔ اور شریعت پر عمل نہ کرنے والے کا شمار خسارہ پانے والوں میں ہوگا۔

نوٹ (۳) شریعت موسویٰ اور شریعت عیسویٰ کے زمانے میں سمجھ اور عمل کے بغیر مجرد تورات یا انجیل کی تلاوت بھی ثواب سے خالی نہیں تھی۔ اسی طرح آج کے زمانے میں مجرد قرآن مجید کی تلاوت بھی ثواب سے خالی نہیں ہے۔ لیکن اس ثواب کے ہوتے ہوئے بھی شریعت پر عمل نہ کرنا خسارے کا سودا ہے۔ کیونکہ جنت میں کم تر درجہ پانا بھی خسارہ ہے‘ براستہ (via) جہنم‘ جنت میں جانا بھی خسارہ ہے‘ اور جس کے لئے خلود فی النار کا حکم ہوگا تو وہ خسارے کی انتہا ہے۔

## آیات ۱۲۲‘ ۱۲۳

﴿يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾﴾

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ ''يَا'' حرفِ ندا ''بَنِيْ'' منادیٰ مضاف‘ علامت نصب ''یاء'' ہے‘ کیونکہ یہ ملحق جمع مذکر سالم ہے۔ ''اِبْنٌ'' کی اصل ''بَنَوٌ'' بروزن ''فَعَلٌ'' ہے۔ ناقص واوی ہے اور دلیل یہ ہے کہ اس کا مصدر ''بُنُوَّةٌ'' ہے۔ اس کی جمع مکسر ''اَبْنَاءٌ'' اور جمع سلامت ''بَنُوْنَ'' آتی ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ اس کا لام کلمہ بجائے ''واؤ'' کے ''یاء'' ہے اور یہ ناقص یائی ہے۔ اور یہ مشتق ہے بَنٰی يَبْنِيْ بِنَاءً بمعنی وَضْعُ الشَّیءِ عَلَی الشَّیءِ سے۔ چونکہ ''ابن'' ''فرع'' ہونے

کی بناء پر موضوع اور ''اَبٌ '' اصل ہونے کی بناء پر موضوع علیہ ہے۔ باقی رہا اس کے مصدر کا ''بُنُوَّۃٌ '' کے وزن پر آنا تو یہ اس کے ناقص واوی ہونے کی دلیل نہیں' کیونکہ فَتٰی جو ناقص یائی ہے اس کا مصدر بھی ''فُتُوَّۃٌ '' کے وزن پر آتا ہے۔ ''اسرائیل'' اسباب منع صرف میں سے علمیت اور عجمہ ہونے کی بنا پر غیر منصرف ہے۔ اس کے مختلف تلفظ ہیں: اسرائیل' سرابیل' اسرایل' اسرال اور اسرائین۔

اسی انداز کی آیت کریمہ چونکہ پہلے گزر چکی ہے اس لئے ترکیب کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

ترجمہ

| | |
|---|---|
| یٰبَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ : اے اسرائیل کے بیٹو | اذْکُرُوْا : تم لوگ یاد کرو |
| نِعْمَتِیَ : میری نعمت کو | الَّتِیْ : جس کو کہ |
| اَنْعَمْتُ : میں نے انعام کیا | عَلَیْکُمْ : تم لوگوں پر |
| وَاَنِّیْ : اور یہ کہ | فَضَّلْتُکُمْ : میں نے فضیلت دی تم لوگوں کو |
| عَلَی الْعٰلَمِیْنَ : سب جہانوں پر | وَاتَّقُوْا : اور تم لوگ بچو |
| یَوْمًا : ایک ایسے دن سے جب | لَّا تَجْزِیْ : کام نہیں آئے گی |
| نَفْسٌ : کوئی جان | عَنْ نَّفْسٍ : کسی جان کے |
| شَیْئًا : کچھ بھی | وَّلَا یُقْبَلُ : اور قبول نہیں کیا جائے گا |
| مِنْھَا : اس سے | عَدْلٌ : بدلے میں کچھ |
| وَّلَا تَنْفَعُھَا : اور نفع نہیں دے گی اس کو | شَفَاعَۃٌ : کوئی شفاعت |
| وَّلَا ھُمْ : اور نہ ہی وہ لوگ | یُنْصَرُوْنَ : مدد دیئے جائیں گے |

نوٹ (۱) بلیغ کلام کی ایک خوبی یہ ہوتی ہے کہ بات کی ابتداء جامع بات سے ہوتی ہے' پھر اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے' اور بات ختم کرتے وقت خلاصہ کے طور پر جامع بات کا اعادہ کیا جاتا ہے۔ جیسے ہم کہیں ''تکبر بہت بُری چیز ہے''۔ پھر تکبر کی تعریف' اس کی علامات' اس کے اثرات اور نقصانات بیان کرنے کے بعد بات ختم کرتے ہوئے کہیں ''غرضیکہ تکبر بہت بُری چیز ہے''۔

آیات زیر مطالعہ میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۴۷ کو لفظ بہ لفظ اور آیت ۴۸ کو تھوڑی سی

لفظی تبدیلی کے ساتھ دہرایا گیا ہے۔ یہ وہی بلاغت کا انداز ہے اور اس سے معلوم ہو گیا کہ بنو اسرائیل سے براہِ راست خطاب اب اپنے اختتام کو پہنچ گیا ہے۔

## آیت ۱۲۴

﴿وَاِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ﴾

**ت م م**

تَمَّ (ض) تَمَامًا: کسی چیز کی ہر کمی یا نقص کا دور ہو جانا، پورا ہونا، تمام ہونا۔ ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ﴾ (الانعام:۱۱۵) ''اور پورا ہوا تیرے ربّ کا فرمان۔''

اَتَمَّ۔ اِتْمَامًا (افعال): پورا کرنا، تمام کرنا۔ ﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ﴾ (المائدۃ:۳) ''آج میں نے مکمل کیا تمہارے لئے تمہارے دین کو اور میں نے تمام کی تم پر اپنی نعمت۔''

اَتْمِمْ (فعل امر): تو پورا کر۔ ﴿رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا﴾ (التحریم:۸) ''اے ہمارے رب! تو پورا کر دے ہمارے لئے نور کو۔''

مُتِمٌّ (اسم الفاعل): پورا کرنے والا۔ ﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ﴾ (الصف:۸) ''اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے۔''

**ذُرِّیَّۃٌ**

ذُرِّیَّۃٌ: اولاد۔ اصل میں چھوٹے بچوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، مگر عرف میں چھوٹی اور بڑی سب اولاد کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اصلاً تو یہ جمع ہے مگر واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ ''ذُرِّیَّۃٌ'' کے ماخذ کے بارے میں تین اقوال ہیں: (۱) یہ ''ذرأ'' سے مشتق ہے جس کے معنی پیدا کرنے اور پھیلانے کے ہیں، اس کی ہمزہ متروک ہو گئی ہے، جیسے ''بَرِیَّۃٌ'' میں۔ (۲) اس کی اصل ''ذُرُّوِیَّۃٌ'' ہے۔ (۳) یہ ''ذرٌّ'' سے مشتق ہے جس کے معنی بکھیرنے کے ہیں۔ ''فُعْلِیَّۃٌ'' کے وزن پر ہے، جیسے ''قُمْرِیَّۃٌ''۔ ''ذَرَارِیُّ'' اور ''ذُرِّیَّاتٌ'' جمع۔

**ن ی ل**

نَالَ (ف) نَیْلًا: (۱) مطلوبہ چیز کو حاصل کرنا (۲) مطلوب کا پہنچنا۔ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ

حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾ (آل عمران:۹۲) ''تم لوگ ہرگز حاصل نہیں کرو گے نیکی کو یہاں تک کہ تم لوگ انفاق کرو اُس میں سے جو تم کو محبوب ہے۔'' ﴿لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا﴾ (الحج:۳۷) ''ہرگز نہیں پہنچتا اللہ کو ان کا گوشت اور نہ ہی ان کا خون۔''

نَیْلٌ (اسم ذات): مطلوبہ چیز۔ ﴿وَلَا یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلًا﴾ (التوبۃ:۱۲۰) ''اور وہ لوگ حاصل نہیں کرتے کسی دشمن سے کوئی مطلوبہ چیز۔''

**ترکیب**: ''اِذْ'' فعل محذوف کا مفعول فیہ ہونے کی بنا پر مقام نصب میں ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے: ''اُذْكُرْ اِذِ ابْتَلٰی'' ''اِبْتَلٰی'' فعل ''اِبْرٰهٖمَ'' مفعول اور ''رَبُّهٗ'' فاعل ہے۔ ''رَبُّهٗ'' میں ''ہٗ'' کی ضمیر ابراھیمَ کے لئے ہے جبکہ ''بِكَلِمٰتٍ'' متعلق فعل ہے۔ ''فَا'' عاطفہ ''اَتَمَّ'' فعل اس کا فاعل اس میں شامل ''ھُوَ'' کی ضمیر ہے جو ابراہیمؑ کے لئے ہے اور ''ھُنَّ'' ضمیر مفعولی ہے جو ''كَلِمٰتٍ'' کے لئے ہے۔ اور یہ جملہ عطف ہے اِبْتَلٰی پر۔ ''اِنِّیْ'' میں ''اِنَّ'' کے ساتھ اس کا اسم یائے متکلم ہے اور ''جَاعِلُكَ اِمَامًا'' اس کی خبر ہے۔ جبکہ ''لِلنَّاسِ'' متعلق جَاعِلُكَ ہے۔ یا یہ حال ہونے کی بناء پر مقامِ نصب میں ہے اور عبارت یوں ہے: انی جاعلك امامًا للناس۔ اسم الفاعل ''جَاعِلٌ'' مضاف ہونے کی وجہ سے ''جَاعِلُ'' آیا ہے اور فعل کا کام کر رہا ہے۔ ضمیر مفعولی ''كَ'' اس کا مفعول اوّل اور ''اِمَامًا'' مفعول ثانی ہے۔ ''لَا یَنَالُ'' کا فاعل ''عَهْدِیْ'' ہے اور ''الظّٰلِمِیْنَ'' مفعول ہے۔ ''قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ'' اصل میں ''قَالَ اجْعَلْ فَرِیْقًا مِنْ ذُرِّیَّتِیْ اِمَامًا'' ہے۔

ترجمہ

| | |
|---|---|
| وَاِذِ ابْتَلٰی: اور جب آزمایا | اِبْرٰهٖمَ: ابراہیمؑ کو |
| رَبُّهٗ: ان کے ربّ نے | بِكَلِمٰتٍ: کچھ فرمانوں سے |
| فَاَتَمَّهُنَّ: تو انہوں نے پورا کیا ان کو | قَالَ: اس نے (یعنی اللہ نے) کہا |
| اِنِّیْ: کہ میں | جَاعِلُكَ: بنانے والا ہوں آپؐ کو |
| لِلنَّاسِ: لوگوں کے لئے | اِمَامًا: ایک پیشوا |
| قَالَ: انہوںؑ نے کہا | وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ: اور میری نسل میں سے |
| قَالَ: اس نے کہا | لَا یَنَالُ: نہیں پہنچتا |
| عَهْدِیْ: میرا وعدہ | الظّٰلِمِیْنَ: چیزوں کو غلط جگہ رکھنے والوں کو |

نوٹ (۱) اس آیت میں ہماری راہنمائی کے متعدد پہلو ہیں۔ ان میں سے چند کو سمجھ کر

ذہن نشین کرلیں۔ (۱) ''اِبْتَلٰی'' کے فاعل کے لئے اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنٰی میں سے لفظ ربّ آیا ہے۔ ربّ اُس ہستی کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو درجہ بدرجہ ترقی دے کر اس کے درجۂ کمال تک پہنچا دے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ حضرت ابراہیم ؑ کی آزمائشیں نعوذ باللہ کسی غلطی یا خطا کی پاداش میں نہیں تھیں' بلکہ ان کی تربیت کی غرض سے تھیں۔

(۲) حضرت ابراہیم ؑ کے امتحانات کی نوعیت علمی (Theoritical) نہیں تھی' بلکہ (Practical) تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عملی ثابت قدمی یعنی صبر سے علم اور یقین' دونوں کی کیفیت ازخود عیاں ہو جاتی ہے۔ اور جب کسی انسان کا علم و یقین عمل میں ڈھلتا ہے تو اس کا نقد انعام ہے لوگوں کی امامت۔

(۳) حضرت ابراہیم ؑ نے اپنی نسل میں امامت کا جو سوال کیا تھا وہ دُنیوی غرض سے نہ تھا بلکہ آخرت کے رتبہ اور مقام کے لئے تھا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ ہم لوگ جو بھی نیک اعمال کرتے ہیں اس کا فائدہ ہمارے آباء واجداد کو پہنچتا ہے۔

(۴) حضرت ابراہیم ؑ کے سوال کا اللہ تعالیٰ نے جو جواب دیا وہ منفی نہیں بلکہ مثبت ہے۔ البتہ مشروط ہے۔ اس لئے لَا یَنَالُ سے پہلے نَعَمْ وَلٰکِنْ محذوف مان کر پڑھیں تو بات پوری طرح سمجھ میں آجائے گی۔

(۵) اللہ تعالیٰ کے مشروط جواب سے معلوم ہوجاتا ہے کہ امامت کے مقام و رتبہ کا تعلق نسل سے نہیں بلکہ عمل سے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امامت دراصل زمین پر اللہ تعالیٰ کی خلافت ہے اور یہ کسی باغی یا نافرمان کو نہیں دی جاسکتی۔

## آیت ۱۲۵

﴿ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝۱۲۵ ﴾

**ب ی ت**

بَاتَ (ض) بَیْتًا: کسی جگہ رات گزارنا۔ ﴿ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ۝ ﴾ (الفرقان:) ''اور وہ لوگ جو رات گزارتے ہیں اپنے ربّ کے لئے سجدے کی حالت میں اور قیام کی حالت میں۔''

بَیْتٌ ج بُیُوْتٌ (اسم ذات): رات گزارنے کا ٹھکانہ' گھر۔ ﴿اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ﴾ (بنی اسراءیل:۹۳) ''یا ہوتا تیرے لئے کوئی گھر سنہرا۔'' ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا﴾ (النور:۲۷) ''تم لوگ داخل مت ہو کچھ گھروں میں اپنے گھروں کے علاوہ' یہاں تک کہ اجازت طلب کرلو۔''

بَیَاتٌ (اسم ذات): رات۔ ﴿اِنْ اَتٰىکُمْ عَذَابُہٗ بَیَاتًا اَوْ نَھَارًا﴾ (یونس:۵۰) ''اگر پہنچے' تم لوگوں کو اس کا عذاب رات کے وقت یا دن کے وقت۔''

تَبْیِیْتًا (تفعیل): (۱) رات میں حملہ کرنا' شب خون مارنا۔ (۲) رات میں سوچ بچار کرنا' مشورہ کرنا۔ ﴿قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰہِ لَنُبَیِّتَنَّہٗ﴾ (النمل:۴۹) ''انہوں نے کہا آپس میں قسم کھاؤ اللہ کی کہ ہم لازماً شب خون ماریں گے اس پر۔'' ﴿وَاللّٰہُ یَکْتُبُ مَا یُبَیِّتُوْنَ ۚ﴾ (النساء:۸۱) ''اور اللہ لکھتا ہے جو وہ لوگ رات میں مشورہ کرتے ہیں۔''

## ط و ف

طَافَ (ن) طَوَافًا: کسی کے گرد چکر لگانا' گھیرنا۔ ﴿یَطُوْفُ عَلَیْھِمْ غِلْمَانٌ لَّھُمْ﴾ (الطّور:۲۴) ''چکر لگاتے ہیں ان کے گرد کچھ خدام اُن کے لئے۔''

یُطَافُ (مضارع مجہول): چکر دیا جانا' گردش میں لایا جانا۔ ﴿یُطَافُ عَلَیْھِمْ بِکَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ﴾ (الصّٰفّٰت) ''گردش دیئے جائیں گے ان کے لئے شراب کے جام۔''

طَائِفٌ (فَاعِلٌ کے وزن پر اسم الفاعل): چکر لگانے والا' گھیرنے والا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) ذہن میں گردش کرنے والا خیال' وسوسہ۔ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا﴾ (الاعراف:۲۰۱) ''بیشک جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کو جب بھی چھوتا ہے کوئی وسوسہ شیطان سے تو وہ لوگ خود کو یاد کراتے ہیں۔'' (۲) کوئی آفت جو انسان پر گھوم جائے۔ ﴿فَطَافَ عَلَیْھَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّکَ وَھُمْ نَآئِمُوْنَ﴾ (القلم:۱۹) ''تو چکر لگایا اس پر ایک آفت نے آپؐ کے ربّ کی طرف سے اس حال میں کہ وہ لوگ سو رہے تھے۔'' (۳) طواف کرنے والا۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

طَائِفَۃٌ: فَاعِلٌ کے مؤنث فَاعِلَۃٌ کا وزن ہے۔ اس کا زیادہ تر استعمال کسی بڑی جماعت کے چھوٹے گروہ کے لئے ہوتا ہے۔ ﴿وَدَّتْ طَّآئِفَۃٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ لَوْ یُضِلُّوْنَکُمْ ؕ﴾ (آل عمران:۶۹) ''تمنا کی اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہ کاش وہ لوگ

بھٹکا دیں تم لوگوں کو۔''

طَوَّافٌ (فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ) : بار بار چکر لگانے والا' خادم۔ ﴿طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ﴾ (النور:۵۸) ''بار بار چکر لگانے والے ہیں تمہارے گرد' تم سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہو۔''

طُوْفَانٌ (فُعْلَانٌ کے وزن پر مبالغہ) : بے انتہا گھیرنے والا۔ زیادہ تر انتہائی تیز ہوا اور بارش کے لئے آتا ہے' سائیکلون (Cyclone)۔ ﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ﴾ (الاعراف:۱۳۳) ''تو ہم نے بھیجا ان پر سائیکلون۔''

ع ك ف

عَكَفَ (ن) عَكْفًا :تعظیماً کسی سے وابستہ رہنا' چپکے بیٹھے رہنا (لازم)' وابستگی سے روکنا (متعدی)۔ ﴿فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ﴾ (الاعراف:۱۳۸) ''تو وہ لوگ پہنچے ایک قوم پر جو چپکے بیٹھے رہتے ہیں اپنے بتوں پر۔''

عَاكِفٌ (اسم الفاعل) : رُکا رہنے والا' اعتکاف کرنے والا۔ ﴿قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ۝﴾ (الشعراء) ''انہوں نے کہا ہم عبادت کرتے ہیں کچھ بتوں کی تو ہم ہو جاتے ہیں ان کے لئے اعتکاف کرنے والے۔''

مَعْكُوْفٌ (اسم المفعول) روکا ہوا۔ ﴿وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ﴾ (الفتح:۲۵) ''اور قربانی کے جانور روکے گئے ہیں کہ وہ پہنچیں اپنی جگہ پر۔''

**ترکیب** : ''جَعَلْنَا'' کا فاعل ''نَا'' ضمیر بارز مرفوع متصل ہے (نہ کہ ''نَحْنُ'' جو ضمیر مرفوع منفصل ہے) جو اللہ کے لئے ہے۔ ''جَعَلْنَا'' کا مفعول اوّل ''اَلْبَيْتَ'' ہے اور اس پر لام تعریف لگا ہے' جبکہ ''مَثَابَةً'' مفعول ثانی ہے۔ یہ ترکیب اس صورت میں ہے اگر ''جَعَلْنَا'' کو بمعنیٰ ''صَيَّرْنَا'' لیا جائے۔ اور اگر ''جَعَلْنَا'' بمعنیٰ ''خَلَقْنَا'' لیا جائے تو ''مَثَابَةً'' مفعول ثانی نہیں بلکہ ''اَلْبَيْتَ'' سے حال ہونے کی بنا پر منصوب ہوگا' کیونکہ اس صورت میں ''جَعَلْنَا'' متعدی بیک مفعول ہوگا۔ ''لِلنَّاسِ'' یا تو صفت ہے مَثَابَةً کی اور تقدیر عبارت یوں ہے: مَثَابَةً كَائِنَةً لِلنَّاسِ۔ اس صورت میں یہ كَائِنَةً محذوف کے متعلق ہوگا اور یا ''جَعَلْنَا'' کے متعلق ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے: لِاَجْلِ نَفْعِ النَّاسِ۔ ''اَمْنًا'' مصدر ہے اور ''مَثُوْبَةً'' پر عطف ہے۔

''وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى'' ''اِتَّخِذُوْا'' فعل با فاعل ''مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ'' متعلق ''اِتَّخِذُوْا'' ''مُصَلًّى'' مفعول بہٖ جملہ فعلیہ مقولہ (مفعول) ہے فعل محذوف ''قُلْنَا'' کا جو

معطوف ہے ''وَإِذْ جَعَلْنَا'' پر اور عبارت یوں ہے: ''وَقُلْنَا اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى''۔ ''مُصَلًّى'' باب تفعیل کا اسم ظرف ہے۔ ''اَلْعٰكِفِيْنَ'' ''الرُّكَّعِ'' اور ''السُّجُوْدِ'' یہ سب ''اَلطَّآئِفِيْنَ'' پر داخل ہونے والے حرف جر ''لِ'' کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے حالت جر میں ہیں۔

ترجمہ

| | |
|---|---|
| وَإِذْ جَعَلْنَا : اور جب ہم نے بنایا | الْبَيْتَ : اس گھر کو |
| مَثَابَةً : اپنے اصل کی طرف لوٹنے کا ایک ٹھکانہ | لِّلنَّاسِ : لوگوں کے لئے |
| وَأَمْنًا : اور امن میں ہونا | وَاتَّخِذُوْا : اور تم لوگ بناؤ |
| مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ : ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ میں سے | مُصَلًّى : نماز کی جگہ |
| وَعَهِدْنَا : اور ہم نے تاکید کی | اِلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ : ابراہیمؑ کو اور اسماعیلؑ کو |
| اَنْ طَهِّرَا : کہ وہ دونوں پاک رکھیں | بَيْتِيَ : میرے گھر کو |
| لِلطَّآئِفِيْنَ : طواف کرنے والوں کے لئے | وَالْعٰكِفِيْنَ : اور اعتکاف کرنے والوں کے لئے |
| وَالرُّكَّعِ : اور رکوع کرنے والوں کے لئے | السُّجُوْدِ : سجدہ کرنے والوں کے لئے |

نوٹ (۱) لفظ ''مَثَابَةً'' کے معنی ''اپنے اصل کی طرف لوٹنے کا ایک ٹھکانہ'' ہیں۔ بار بار لوٹنے کا مفہوم از خود شامل ہے۔ جیسے ہر شخص سارا دن گھوم پھر کر شام کو اپنے گھر کی طرف لوٹتا ہے۔ اس کی تصدیق ایک حدیثِ قدسی سے ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو بندہ ایسا ہو کہ میں نے اس کو صحت عطا کر رکھی ہے اور اس کی روزی میں وسعت دے رکھی ہے اور اس پر پانچ سال ایسے گزر جائیں کہ وہ میرے دربار میں حاضر نہ ہو تو وہ یقیناً محروم ہے۔ اسی مضمون کی کئی اور احادیث بھی روایت کی گئی ہیں (منقول از فضائل حج، صفحہ ۳۴) یہی وجہ ہے کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک عمرہ کرنا واجب ہے، جبکہ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ سنت ہے۔

اب جب کبھی کسی اخبار یا رسالہ میں آپ کوئی ایسا مضمون یا ایڈیٹر کے نام خط پڑھیں جس میں نفلی حج اور عمرہ پر کئے جانے والے اخراجات کو wastage اور ملکی معیشت کے لئے

نقصان دہ قرار دیا گیا ہو اور اس پیسے کے زیادہ مفید استعمال بتائے گئے ہوں' تو اس وقت آپ آیت زیر مطالعہ' مذکورہ حدیث قدسی اور ائمہ کرام کے اقوال کو ذہن میں ضرور تازہ کر لیا کریں۔ اس طرح آپ پیسے کو اپنا الٰہ بنانے کے شرک سے ان شاء اللہ محفوظ رہیں گے۔

نوٹ (۲) طواف کے بعد دو رکعت نماز کا واجب ہونا اس آیت سے معلوم ہوا اور مقامِ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ "مِنْ" کے اضافے سے معلوم ہوا کہ یہ حرمِ مکہ میں کہیں بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ حجۃ الوداع میں بی بی اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو طواف کے بعد نماز کا موقع نہیں ملا تو مکہ شہر سے نکلنے کے بعد ادا کی۔ (معارف القرآن)۔

## آیت ۱۲۶

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾

ب ل د

بَلَدَ (ن) بُلُوْدًا: کسی جگہ آباد ہونا' شہر بنانا۔

بَلَدٌ واحد بَلْدَةٌ جمع بِلَادٌ (اسم جنس): شہر' بستی۔ ﴿وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ﴾ (النحل: ۷) "اور وہ (یعنی چوپائے) اٹھاتے ہیں تمہارے بوجھ کسی شہر تک۔" ﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ۝ لِّنُحْیِ َ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا﴾ (الفرقان: ۴۸'۴۹) "اور اس نے اتارا آسمان سے کچھ پاکیزہ پانی تاکہ وہ زندہ کرے اس سے کسی مردہ شہر کو۔" ﴿لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝﴾ (آل عمران) "ہرگز دھوکہ نہ دے تجھ کو گھومنا پھرنا ان لوگوں کا جنہوں نے کفر کیا' شہروں میں۔"

ص ی ر

صَارَ (ض) صَيْرًا اور مَصِيْرًا: منتقل ہونا' لوٹنا۔ ﴿اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۝﴾ (الشوریٰ) "خبردار رہو! اللہ کی طرف ہی لوٹتے ہیں تمام امور۔" ﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝﴾ (النور) "اور اللہ کے لئے ہی زمین اور آسمانوں کی بادشاہت ہے' اور اللہ کی طرف ہی لوٹنا ہے۔"

مَصِيْرٌ: مصدر کے علاوہ اسم الظرف بھی ہے۔ لوٹنے کا ٹھکانہ۔ آیت زیر مطالعہ۔

**ترکیب**: ''رَبِّ'' کی جر بتا رہی ہے کہ اس کی یائے متکلم محذوف ہے اور یہ ''رَبِّیْ'' تھا۔ اس سے قبل حرف ندا ''یا'' کو بھی محذوف مانا جاسکتا ہے۔ فعل امر ''اِجْعَلْ'' کا مفعول اوّل ''هٰذَا'' ہے جبکہ مرکب توصیفی ''بَلَدًا اٰمِنًا'' مفعول ثانی ہے۔ فعل امر ''اُرْزُقْ'' کا مفعول ''اَهْلَهٗ'' ہے۔ اس میں ''هٗ'' کی ضمیر ''بَلَدًا اٰمِنًا'' کے لئے ہے۔ ''مِنَ الثَّمَرٰتِ'' متعلق فعل ہے۔ ''مَنْ'' ''اَهْلَهٗ'' پر حرفِ عطف نہیں ہے بلکہ اس سے بدل بعض ہے۔ ''قَالَ'' کا فاعل اس میں شامل ''هُوَ'' کی ضمیر ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ ''وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ'' میں ''مَنْ'' بمعنی ''اَلَّذِیْ'' موصول ''کَفَرَ'' اس کا صلہ یا ''مَنْ'' نکرہ موصوفہ ''کَفَرَ'' اس کی صفت۔ موصول اور صلہ مل کر یا موصوف اور صفت مل کر فعل محذوف کے لئے مفعول۔ تقدیر عبارت یوں ہے: ''قَالَ وَارْزُقْ مَنْ کَفَرَ''۔ ''فَاُمَتِّعُهٗ'' جملہ فعلیہ معطوف ہے ''وَارْزُقْ'' فعل محذوف پر۔

(نوٹ) ''مَنْ'' کو مبتدا قرار دے کر ''فَاُمَتِّعُهٗ'' کو خبر بنانا بھی جائز ہے' کیونکہ ''مَنْ'' بمعنی ''اَلَّذِیْ'' ہے اس لئے ''اَلَّذِیْ'' کی خبر پر ''فاء'' لگانا درست ہے' کیونکہ ''اَلَّذِیْ'' اسم موصول متضمن معنی شرط بھی ہے' اس لئے اس کی خبر پر فاء لگانا درست ہے۔ علاوہ ازیں ''مَن'' کو شرطیہ قرار دے کر ''فَاُمَتِّعُهٗ'' کو اس کا جواب قرار دینا بھی درست ہے۔ ''قَلِیْلًا'' صفت ہے اور اس کا موصوف محذوف ہے جو ''مَتَاعًا'' ہوسکتا ہے۔ یہ مرکب توصیفی ''اُمَتِّعُ'' کا مفعول ثانی ہے جبکہ اس سے متصل ''هٗ'' کی ضمیر اس کا مفعول اوّل ہے جو ''مَنْ کَفَرَ'' کے لئے ہے۔ ''اَضْطَرُّهٗ'' کی ضمیر مفعولی بھی ''مَنْ کَفَرَ'' کے لئے ہے۔

ترجمہ

| | |
|---|---|
| وَاِذْ قَالَ: اور جب کہا | اِبْرٰهٖمُ: ابراہیمؑ نے |
| رَبِّ: اے میرے ربّ! | اجْعَلْ: تو بنا دے |
| هٰذَا: اس کو | بَلَدًا اٰمِنًا: امن میں ہونے والا شہر |
| وَّارْزُقْ: اور تو رزق دے | اَهْلَهٗ: اس کے لوگوں کو |
| مِنَ الثَّمَرٰتِ: پھلوں میں سے | مَنْ: اس کو جو |
| اٰمَنَ: ایمان لائے | مِنْهُمْ: ان میں سے |
| بِاللّٰهِ: اللہ پر | وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ: اور آخری دن پر |
| قَالَ: اس نے کہا | وَمَنْ كَفَرَ: اور جس نے کفر کیا |

(باقی صفحہ 64 پر)